جہاد اور ان کے تقاضے

حضرت مولانا محمد جاوید صاحب مدظلہ

مرتب

محمد عدنان فاروقی حنفی

جہاد اور ان کے تقاضے

حضرت مولانا محمد جاوید صاحب مدظلہ

مرتب

محمد عدنان فاروقی حنفی

ماہنامہ الفجر دسمبر و جنوری ۱۹۹۴ء کے شمارہ میں ایک مضمون (تبلیغی اسلامی اور اسلامی جہاد) کے عنوان سے برادر محترم محمد سعید بھٹو کے شائع ہوا تھا تو اس مضمون میں برادر محترم تبلیغی جماعت پر اعتراضات کی بوچھاڑ کر دی تھی ۔

ترسم نہ رسی بہ کعبہ اے اعرابی
کین رہ کہ می روی بتر کستان است

پہلا اعتراض:

معترض نے یہ کیا ہے کہ یہ جماعت جہاد کے احادیث سے خود بخود نتیجہ نکالتے ہیں تبلیغ کے لئے استعمال کرتے ہیں یہ صریح فریب کاری ہیں اور جہاد سے بھی دور ہیں۔

دوسرا اعتراض:

یہ ہے کہ اتنی بڑی تعداد کے باوجود تبدیلی نہیں لا سکتے۔

تیسرا اعتراض:

یہ ہے کہ یہ جماعت اسلام کو کلمہ، نماز، روزہ، عمامہ اور چند سنتوں میں محدود رکھتے ہیں۔

جوابات:

اعتراضات کے متعلق لکھنے سے قبل کچھ باتیں یہاں تحریر کرنا ضروری سمجھتا ہوں وہ یہ ہے کہ تبلیغی جماعت کے اجتماع (قطرہ قطرہ سمندر) کے مثال ہے اور یہ اجتماع بھی ہماری اور تمہاری شرکت سے بیس لاکھ بن جاتا ہے اور یہ بیس لاکھ میں بعض ایسے بھی ہے کہ وہ اپنے کو نمازی ظاہر کرنے کے لئے آتے ہیں جیسے کہ خود سعید احمد بھٹو صاحب نے لکھا ہے بعض سیر کرنے کے لئے آتے ہیں بعض اپنے تجارت کے لئے آتے ہیں جیسے کہ خود

مضمون نگار نے لکھا کہ وزراء اور وزیر اعظم جیسے ضیاء الحق اور نواز شریف اور اس دفعہ نومنتخب صدر جناب فاروق لغاری صاحب بھی شریک ہوئے اور کچھ افراد ایسے بھی تھے کہ اس جماعت کو منافق اور ایمان پر ڈاکہ ڈالنے والی جماعت کہتے ہیں پھر کیا یہ سب تبلیغی بن گئے ؟اس لئے تبلیغی جماعت کے اجتماع میں شریک ہوئے بلکہ اس جماعت کا اصل کہنا یہ ہے کہ اپنے اندر صحابہ رضی اللہ عنہ والے اوصاف پیدا کرو۔

جو شخص نماز نہیں پڑھتا روزہ نہیں رکھتا پھر وہ کیسے جہاد کے لئے تیار ہوگا یہ بھی تو فرائض میں ہے جب یہ شخص یہ فرائض سے غافل ہے پھر جہاد کے لئے کیسے تیار ہوگا پہلے اس شخص کو ان فرائض پر تیار کرے اس کت بعد جہاد پر، اگر ہم سب انفرادی طور پر جہاد کے لئے تیار ہوجائے ،، بجائے اس کے کہ ہم دوسرے کسی شخص کو مخاطب کرے کہ آپ کیوں جہاد نہیں کرتے اس کا مصداق یہ آیت ہے (اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم)" کیا تم حکم کرتے ہو لوگوں کو نیک کام کا اور بھولتے ہو اپنے آپ کو"

اور اس جماعت کا حاصل یہ ہے کہ لوگوں کے اندر دین کا جذبہ اور دینی امنگ پیدا کردی جائے اور نماز ، روزہ، عمامہ اور کلمہ کی اہمیت ان پر واضح کیا جائے اور پہلے اس کی سیرت اور صورت درست کیا جائے۔(من تشبہ بقوم فھو منھم)

اور اصلاح نفس کے چار طریقے ہیں اور تبلیغ کے اندر حسن اتفاق سے چاروں طریقے جمع ہوگئے ہیں ۔صحبت صالح بھی ہے، ذکر وفکر بھی ہے،مواخاۃ فی اللہ بھی ہے، اور محاسبہ نفس بھی ہے، اور انہیں چاروں کا نام تبلیغی جماعت ہے۔ عام لوگوں کے لئے اصلاح نفس کا اس سے بہتر کوئی طریقہ نہیں ہوسکتا اور اس طریقہ کار سے دین عام ہوتا جارہا ہے اور ہر ملک کے اندر یہ صدا پہنچتی چلی جارہی ہے، اس کے ذریعہ لوگوں کے عقائد درست ہورہے ہیں ،

لوگ تیزی سے اعمال کی جانب بڑھ رہے ہیں اور اپنے آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کے سانچے میں ڈھالنے کی پوری کوشش کررہے ہیں، کم ازکم ان تجربات کو سامنے رکھ کر معترضین کو ٹھنڈے دل سے سوچنا اور غور کرنا چاہیے اس لئے اس میں خود چل کر اس کام کے فائدہ کو دیکھنا چاہیے، آپ خود داخل ہو کر اس بات کا فائدہ محسوس کریں گے کہ اس کام سے آپ کو کیا فائدہ پہنچا، آپ اسے تجربات کی روشنی میں معلوم کرلیجئے جو شخص بھی حسن نیت سے اس کام میں آئے گا اس کا اثر اس کو ضرور ہوگا، اس کام میں دعوت بھی ہے اور دعوت ہے (لاالہ الااللہ) کی اللہ سب کچھ ہونے کا یقین مخلوق سے نہ ہونے کا یقین دل میں آجائے، نماز کی محنت بھی ہے، ساتھیوں کے ساتھ تعلق بھی ہے، ذکر بھی ہے، محاسبہ بھی اور بھی بہت سی چیزیں ہیں، یہی وجہ ہے کہ اس محنت سے بہت سی خیر اور بھلائی انسان میں آرہی ہے، کتنے برے تھے جو جماعت کی وجہ سے اچھے بن گئے، یہاں تک کہ دیکھا گیا ہے برے عقیدے والے صالح عقیدہ والے بن گئے، اور پھر اعتراض تو وہ قابل قبول ہے جو کام میں گھس کر کئے جائے اور جو باہر بیٹھ کر اعتراضات کے بوچھاڑ کرے وہ قابل قبول نہیں ہوا کرتے۔

اب اعتراضات کے متعلق ملاحظہ فرمائیں جو مضمون نگار برادر محترم محمد سعید احمد بھٹو نے جماعت پر لگایا ہے۔

جواب اعتراض اول:

حالانکہ اصل مجاہد یہ ہی جماعت ہے اور جہاد کے اسفار میں قتال اگرچہ زیادہ معروف ہے لیکن لغت اور نصوص جہاد کو قتال کے ساتھ مخصوص نہیں کرتے، اصل جہاد اعلاء کلمۃ اللہ کی سعی ہے، جس کا درجہ مجبوری اور آخری درجہ قتال ہے قتال اصل مقصود نہیں بدرجۂ مجبوری

ہے۔

تفسیر مظہری میں (کتب علیکم القتال وھو کرہ لکم) کی تفسیر میں لکھا ہے کہ جہاد کی فضیلت تمام نیکیوں میں اس وجہ سے ہے کہ وہ اشاعت اسلام اور ہدایت خلق کا سبب ہے پس جو شخص ان کی کوشش سے ہدایت پائے گا اس کی حسنات بھی ان مجاہدین کی حسنات مین داخل ہوں گے۔ اور اس سے زائد افضل علوم ظاہرہ اور علوم باطنہ کی تعلیم ہے، اس لئے کہ اس میں حقیقت اسلام کی اشاعت زیادہ ہے۔ فقط اس زمانہ میں تبلیغ سے جتنی ہدایت پھیلی اور پھیل رہی ہے اس سے تو کسی مخالف سے مخالف کو بھی انکار نہیں ہوسکتا ہزاروں آدمی بلکہ لاکھوں بے نمازی پکے نمازی بن گئے، سینکڑوں غیر مسلم ان لوگوں کے ہاتھوں اور ان کے مساعی سے مسلمان بن گئے۔

جہاد کا لغوی معنی مشقت اٹھانے کے ہیں اور شرعاً مشقت کا اٹھانا کفار کے قتال میں بھی اور اس کا اطلاق مجاہدہ نفس پر بھی آتا ہے اور شیطان سے مجاہدہ پر بھی آتا ہے اور فاسقوں کے ساتھ مجاہدہ پر بھی آتا ہے، اور کفار سے جہاد ہاتھ سے بھی ہوتا ہے اور زبان سے بھی اور مال سے بھی، قرآن کریم اور احادیث میں کثرت سے اس قسم کی آیات اور روایات وارد ہوئی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

المجاهد من جاهد نفسه (مشكوة)

مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے۔

ابن عربی رحؒ نے ترمذی شریف کی شرح میں لکھا ہے کہ صوفیا کا مذہب یہ ہے کہ جہاد اکبر نفس کا جہاد ہے اور قرآن پاک کی آیت (و الذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا

) میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔اور حدیث پاک میں ہے کہ وہ اصل مجاہد نہیں جو دور کے دشمن سے جہاد کرے،اصل مجاہد وہ ہے جواس دشمن سے جہاد کرے جو ہر وقت ساتھ ہے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک غزوہ سے واپس تشریف لائے تو حضور نے ارشاد فرمایا:

"رجعنا من الجهاد الاصغر الى الجهاد الا كبر"

یعنی چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹ کر آئے ہیں۔

اور ظاہر ہے کہ یہاں جہاد اکبر کا مصداق جہاد بالسیف او جہاد مع الکفر نہیں۔اور خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جہاد کا اطلاق قتال کے علاوہ دوسرے امور پر بھی اس مقصد میں معین و مددگار ہوں کثرت سے احادیث میں کیا گیا ہے۔ان میں ایک حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

ایک صحابی نے آکر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جہاد میں شرکت کی اجازت چاہی،حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کیا تیرے والدین زندہ ہیں انہوں نے عرض کیا کہ زندہ ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان میں جہاد کر یعنی ان کی خدمت کر۔یہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے والدین کی خدمت کو بھی جہاد سے تعبیر کیا ہے۔

اور بخاری شریف میں ہے کہ ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ ایک شخص غنیمت کی نیت سے لڑتا ہے اور ایک شخص اپنی قوت کے مظاہرہ کی وجہ سے لڑتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا فی سبیل اللہ جہاد وہی ہے جو اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے ہو۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ کلمۃ اللہ سے مراد دعوت الی الاسلام ہے، جہاد معروف مین بھی قتال مقصود نہیں بلکہ اصل مقصود ایمانا و راعلاء کلمۃ اللہ ہے جیسے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی

مشہور حدیث ہے اور بخاری شریف وغیرہ میں موجود ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے فتح خیبر کے لئے جھنڈا دیکر بھیجا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے درخواست کی کہ حضور! جا کر ان سے قتال کر دوں یہاں تک کہ وہ مسلمان ہو، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا بالکل نہیں وہاں جا کر اطمنان سے اول ان کو اسلام کی دعوت دو، اگر ایک شخص بھی مسلمان ہو جائے تو وہ غنیمت کے سرخ اونٹوں سے بہت اچھا ہے اور اگر وہ اس سے انکار کریں تو پھر دوسرے درجہ میں ان کو جزیہ دینے پر آمادہ کر اور اگر وہ اس سے انکار کرے تو پھر ان سے قتال کر۔

اور حضور اقدس ﷺ نے جتنے وفود، لشکر قبائل اور علاقوں کی طرف بھیجے ہیں وہ سب دعوت کے لئے تھے۔ حضور ﷺ کی تمام جہادوں کی تعداد ایک روایت کی بناء پر ۱۹ ہے اور دوسری روایت کی بناء پر ۲۷ ہے ان میں سے نو کے متعلق یہ لکھا (بعث مقاتلا) آپ نے جنگ کے لئے بھیجا، بقیہ سب کے متعلق یہی لکھا ہے کہ دعوت کے لئے بھیجا تھا۔

ہم یہ ہرگز نہیں کہتے کہ جہاد کی حقیقت نہیں، ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ یہ امت سو فیصد اللہ کی مدد کو لے کر اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جہاد کریں، لیکن ۳۱۳ والی صفات کے لئے ایمان اور اعمال صالحہ شرط ہیں، مسلمان آج موت شہادت کی لذت سے بے خبر ہو چکا ہے اور (لاغالب الا اللہ) کا یقین کھو چکا ہے۔ اب اسے حیات چند روز ہی کی فکر ہر دم لگی رہتی ہے اور ایک روٹی کے لئے سو انسانوں کی خوشامد اس کا پیشہ بن گیا ہے۔

فرزند ابراہیم علیہ السلام آج بت شکنی کے بجائے بت تراشی کر رہا ہے اور افرنگ سے نئے اصنام درآمد کر رہا ہے، یہ نسک نشاۃ ثانیہ کی محتاج ہے آج اس سے پھر قم باذن اللہ کہنا ہوگا ہمیں مغرب مسحور ہی نہیں کیا بلکہ بغیر لڑے اس نے ہمارا خاتمہ کر دیا۔ آپ کے اسلاف نے قیصر و کسریٰ کے تخت الٹ دیئے تھے، آج پھر اس مرد مؤمن کی ضرورت ہے

جوایمان ویقین سے تہذیب جدید کے سحر واثر کا طلسم توڑ دے۔

وہ سجدہ روح زمین جس سے کانپ جاتی تھی
اسی کو آج ترستے ہیں منبر و محراب
سنی نہ مصر و فلسطین میں وہ اذان میں نے
دیا تھا جس نے پہاڑوں کو رعشۂ سیجاب

اور مضمون نگار نے یہ بھی اعتراض لکھا ہے کہ یہ حدیث کو تبلیغ کے لئے استعمال کرنا کہ ''اللہ کی راہ میں ایک صبح اور شام کا نکلنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے'' پھر اس سے خود بخود نتیجہ نکالتے ہے کہ ایک صبح اور ایک شام تبلیغ کرنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے یہ ان کے فریب کاری ہے۔

یہاں مضمون نگار کے صریح غلط فہمی ہے (اللہ کی راہ) اس جملہ کی عربی اس طرح ہے (فی سبیل اللہ) اور فی سبیل اللہ عام ہے مجھے بڑا تعجب ہے کہ فاضل موصوف پر فی سبیل اللہ کے الفاظ کو جہاد بالقتال کے ساتھ مخصوص قرار دیتے ہیں جبکہ نصوص قرآنیہ اور احادیث کثیرہ اس کے عموم پر دلالت کرتی ہیں قرآن پاک کی آیت "انما الصدقات للفقراء " میں فی سبیل اللہ کی تفسیر میں علماء کے مختلف اقوال ہیں، امام احمد بن حنبلؒ کا ارشاد یہ ہے کہ اس سے مراد حج ہے، یہی امام محمد کی رائے ہے اور صاحب بدائع فرماتے ہیں کہ فی سبیل اللہ سے مراد جملہ امور خیر ہیں ۔، اس میں ہر وہ سعی داخل ہے جو اللہ تعالی کی اطاعت کے بارے میں ہو۔

مشکوۃ شریف میں بروایت ترمذی ودرامی حضرت انسؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص طلب علم میں گھر سے نکلے وہ فی سبیل اللہ میں داخل ہے یہان تک کہ گھر

واپس آئے۔ حاشیہ مشکوۃ پر لکھا ہے کہ یعنی جو شخص طلب علم کے لئے نکلتا ہے اس کو جہاد میں نکلنے کا ثواب ملتا ہے اس لئے کہ یہ طالب العلم بھی مجاہد کی طرح ہے دین کے زندہ کرنے میں اور شیطان کو ذلیل کرنے میں اور اپنے نفس کو مشقت ڈالنے میں۔

امام بخاریؒ نے جمعہ کی نماز کے لئے پاؤں چلنے کے لئے **باب المشی الی الجمعة** میں حضرت عبسؓ کی حدیث ذکر فرمائی:

"من اغبرت قدماه فی سبیل الله حرمه الله علی النار"

جو شخص کے اس کے دونوں پاؤں اللہ کے راستے میں غبار آلودہ ہوئے اللہ تعالی جہنم کی آگ اس پر حرام کر دیتے ہیں۔

اگر امام بخاریؒ اس حدیث سے جمعہ کی نماز کے لئے پاؤں چلنے کی فضیلت پر استدلال کر سکتے ہیں تو پھر اگر مبلغین اللہ کے راستے میں اعلاء کلمۃ اللہ کی خدمت کے لئے پاؤں چلنے پر اس حدیث سے استدلال کریں تو ان پر کیا الزام ہے۔

حضرت دہلویؒ اپنے ایک ایک ملفوظ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ:

”یہ سفر یعنی (سفر تبلیغ) غزوات ہی کے سفر کے خصائص اپنے اندر رکھتا ہے، اس لئے امید بھی ویسے ہی اجر کی ہے یہ اگر چہ قتال نہیں ہے مگر جہاد ہی کا ایک فرد ضرور ہے“ (ملفوظات)

جواب اعتراض دوم:

اس اعتراض سے پہلے اگر موصوف دنیا بھر کے مسلمانوں کی اکثریت کا جائزہ لیتا تو بہت بہتر تھا بغیر جائزہ لئے تبلیغی جماعت پر اعتراض کیا ہے۔

ایک جھلک ملاحظہ فرمائیں مسلمانوں کے کثرت کی ، دنیا بھر میں جتنے بھی اسلامی ممالک ہیں ان میں اسی (۸۰) کروڑ مسلمان آباد ہیں، اس کے علاوہ غیر مسلم ممالک میں مسلمانوں کی آبادی تقریباً ۴۸ کروڑ کے لگ بھگ ہے مجموعی طور پر مسلمانوں کی دنیا بھر میں آبادی ۱۹۸۲ء کی مردم شماری کے اعداد وشمار سے ایک ارب ۲۸ کروڑ ہیں، عیسائی ایک ارب ۷ کروڑ کے قریب دنیا بھر میں آباد ہیں، ہندو ۷۴ کروڑ، اور بدھ مت کے ماننے والے ۲۵ کروڑ کے نزدیک ہیں مسلمان دنیا بھر میں ۲۷% ہیں اس تعداد کے باوجود تبدیلی نہیں لا سکتے۔

اس بارے میں قرآن وحدیث میں جو کچھ کہا گیا ہے موجودہ صورت حال اس کے مطابق ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ، ایک زمانہ آنے والا ہے اور عنقریب آئے گا کہ جب ہمارے خلاف قومیں اس طرح جمع ہوجائیں گے جس طرح بھوکے کھانے کے کسی طباق کے اردگرد جمع ہوجاتے ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا کہ کیا اس وقت ہماری تعداد کم ہوگی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا نہیں تمہاری تعداد کم نہیں ہوگی تم تعداد مین بہت زیادہ ہوں گے لیکن تمہارا وزن نہیں ہوگا جس طرح سیلاب اپنے ساتھ کوڑا کرکٹ بہا کر لاتا ہے اور اس کا کوئی وزن نہیں ہوتا اور ایک لہر آتی ہے اور سب کو بہا کر لے جاتی ہے تم اس طرح رہ جاؤ گے۔

دراصل مسلمانوں اور ملتوں کی طاقت کا اصل مرکز ان کی قوت ایمانی، ان کی سیرت اور کردار ہوتا ہے، چنانچہ قرآن مجید میں بتایا گیا ہے کہ کامیابی کا معاملہ ذات پر نہیں صفات پر ہے، کہا گیا ہے تم ہی سربلند رہو گے اگر تم ایمان کی صفت پر متصف رہے۔

قوموں کی تاریخ اور تقدیر دونوں یہ بتاتی ہیں کہ تعداد کی کوئی اہمیت نہیں، پوری تاریخ

اس بات کی شاہد ہے کہ ایک چھوٹی سی تعداد بڑی تعداد پر غالب آ گئی، اس کا ذکر قران میں بھی آتا ہے جیسے کہ معترض صاحب خود اپنے مضمون میں اس کو ذکر کیا ہے کہ کتنی بار ایسا ہوا ہے کہ چھوٹی سی تعداد اور گروہ نے بہت بڑی تعداد پر اثر ڈالا اور اس پر غلبہ حاصل کر لیا۔ مسلمانوں کی اصل طاقت ان کی قوت ایمانی تھی اور ان کے کردار، سیرت ان کا خدا سے تعلق، صحیح مقاصد اور ان کے لئے جدوجہد کی صلاحیت جب تک موجود رہی ہے تو دنیا کے تمام قوموں پر فتح پاتے رہے ہیں۔ اور جب یہ چند چیزیں رہی یا کمزور پڑ گئی تو مسلمانوں کی تعداد بے اثر ہو گئی۔

اور خود اس تبلیغی جماعت کی بانی مولانا محمد یوسفؒ بڑی وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا کرتے تھے اور ایک بار ایک تقریب میں ارشاد فرمایا کہ میں اس امت سے صرف بدر کی تعداد چاہتا ہوں، اگر تین سو تیرہ کی تعداد اصحاب بدری کی طرح میرے ساتھ ہو جائیں تو پھر خدا سے میں دنیا میں دین کے فیصلے کرالوں۔ صرف تین سو تیرہ کی تعداد چاہیے جس طرح کہ بدر میں تین سو تیرہ اصحاب تھے، اسی درمیان کسی شخص نے حضرت سے پوچھا کہ کیا اب بھی تین سو تیرہ کی تعداد پوری نہیں ہوئی؟ حالانکہ آج لاکھوں کی تعداد میں روزانہ آدمی تبلیغی جماعت میں نقل و حرکت کر رہے ہیں! اس سوال پر حضرت نے جواب دیا کہ برادرم! ابھی تو چالیس کی تعداد بھی پوری نہیں ہوئی ہے ۳۱۳ تو بہت دور کی بات ہے، تو اس شخص نے پوچھا کہ یہ تعداد کب پوری ہوگی، حضرت نے جواب دیا کہ جب تک امت کے افراد کا یقین اپنی جیب سے ہٹ کر خالق کے خزانوں کی طرف نہیں آئے گا تب تک اس تعداد کا پورا ہونا ممکن نہیں ہے۔

جواب اعتراض سوم؛

اس اعتراض کا جواب مضمون کی طویل ہونے کی وجہ سے اختصار سے دے رہا ہوں ملاحظہ فرمائیں:

فرائض، نماز، روزہ وغیرہ چونکہ مقاصد لعینہ ہیں وہ جہاد سے افضل ہیں اس لئے کہ جہاس کی اصل غرض ایمان اور اعمال حسنہ ہی پر عمل کرانا ہے، اور ادائے فرائض پر مواظبت اپنی اوقات میں جہاد سے افضل اس لئے کہ وہ فرض عین ہے اور جہاد فرض کفایہ ہے اور جہاد صرف ایمان اور نماز ہی کے قائم کے لئے مشروع ہوا ہے اس لئے اس کا حسن لغیرہ ہے اور نماز کا حسن لعینہ ہے اس لئے یہ افضل ہے، اور ظاہر ہے کہ جو کچھ کوشش بھی نماز وغیرہ کے قائم کرنے کے لئے کی جائے گی وہ افضل الجہاد ہی کے حکم میں شمار کیا جائے گا۔ اور اسلام کی بنیاد انہیں پانچ چیزوں پر ہیں جیسے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "**بنی الاسلام علی خمس۔۔۔۔الخ**" کیا امت کا پچاس (۵۰) فیصد طبقہ نماز پر قائم ہے؟ اسی اور اعمال کا بھی حال دیکھ لیجئے جس میں دین کی سربلندی کے لئے جان کا دینا بھی شامل ہے۔

حق تو یہ ہے کہ ہر جماعت جو دین کے احیاء اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے خدمت کر رہے ہیں تو ان پر اعتراض نہ کرنا چاہیے۔ اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"**ومن احسن قولا ممن دعا الی اللہ وعمل صالحا وقال اننی من المسلمین**"

اور اس سے بہتر کس کی بات ہوسکتی ہے جو خدا کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں (بیان القرآن)

مفسرین نے لکھا ہے کہ جو شخص بھی اللہ تعالی کی طرف کسی کو دعوت دے وہ اس بشارت

اورتعریف کا مستحق ہے خواہ کسی طریقے سے بلائے مثلاً: انبیاء علیہم السلام معجزہ وغیرہ سے دعوت دیتے ہیں، اور علماء دلائل سے، مجاہدین تلوار سے، مؤذنین اذان سے، غرض جو بھی کسی شخص کو دعوت الی الخیر دیں وہ اس میں داخل کرے ہے خواہ اعمال ظاہرہ کی طرف بلائیں یا اعمال باطنہ کی طرف جیسا کہ مشائخ صوفیہ معرف اللہ کی طرف بلاتے ہیں ۔ (خازن)

مفسرین نے یہ بھی لکھا ہیں کہ (وقال اننی من المسلمین)میں اس طرف اشارہ ہے کہ مسلمان ہونے کے ساتھ تفاخر بھی ہو، اس کو اپنے لئے باعث عزت بھی سمجھتا ہو اس اسلامی امتیاز کو تفاخر کے ساتھ ذکر بھی کرے۔

وما علینا الا البلاغ